الہام الرحمٰن فی تفسیر القرآن

سورۃ الفاتحہ — سورۃ المائدہ

(جلد اول)

— از —

مجدد علم انقلاب علامہ مولانا عبید اللہ سندھی

اور وہ زندہ ہے۔ اور نازل ہوگا۔ یہ استنباطات ہیں۔ اور اس میں شکوک و شبہات ہیں اور یہ ممکن نہیں کہ اس پر عقیدۂ اسلامیہ کی بنیاد رکھی جائے قرآن کے بعد اصح الکتب ہمارے نزدیک موطا امام مالک ہے۔ اس میں اس پر دال کوئی چیز نہیں۔ عام اہل علم کے ہاں اصح الکتب بعد کتاب اللہ بخاری ہے۔ ہمارے نزدیک موطا کے بعد بیشک اصح ہے۔ حدیث لینزلن ابن مریم اس میں موجود ہے لیکن اس حدیث کا کیا معنی ہے؟ اس کے متعلق بخاری نے کوئی موید چیز پیش نہیں کی بلکہ اس کے مناقض پیش کی ہے۔ لوگ بخاری کے تراجم میں تدبر نہیں کرتے اور یہ بات اہل علم میں مشہور ہے کہ بخاری کی فقہ اس کے ابواب میں ہے۔ پس اگر امام بخاری فکر عام کی اپنی جامع میں تضعیف کر دے تو وہ ہمارے نزدیک اس حدیث کی تضعیف ہے۔ یا اس کے اعلال کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ اس طرح کی بہت سی حدیثیں بخاری میں متعارض ہیں جن کو وہ ہر متفکر و مجتہد کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ اس پر اہل علم کا اتفاق ہے کہ یہ کوئی معذ نہیں ان احوال کے لئے جو کسی کتاب کو بعد کتاب اللہ اصح بناتے ہیں (یعنی اس سے بخاری کے اصح ہونے پر ستم نہیں آتا۔ (عبدالرزاق)

حافظ ابن حجر کتاب اللہ کو تمام کتب احادیث پر مقدم کرنے کے لئے مُصر ہے اور نخبۃ الفکر میں تصریح کرتے ہوئے کہتا ہے۔ "بعض دفعہ احاد میں ایسی حدیث ہوتی ہے جو قرائن سے بعض دوسری پر علم نظری کے لحاظ سے مفید ہوتی ہے"۔

پھر صاحب نخبۃ الفکر کہتا ہے جو خبر (حدیث) قرآن سے قوی ہو اس کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ جسے شیخین (بخاری مسلم) نے بیان کیا ہو۔ اور حد تواتر کو وہ نہ پہنچی ہو اور صرف قرآن نے اسے تقویت دی ہو قرائن دو ہیں (۱) اسکی شان میں پائیدار رفعت و عظمت ہو۔ (۲) اہل علم نے اسے قبول کیا ہو اور یہ خالی قبولیت بھی افادہ علم کے لحاظ سے زیادہ قوی ہوتی بہ نسبت ان کے جس کے طرق بہت ہوں۔ لیکن تواتر کو نہ پہنچے ہوں (مگر یہ کہ خاص ہے اس قسم کے لئے جس کو حفاظ میں سے کسی نے نہ پرکھا ہو۔ دو کتابوں (بخاری وسلم) کی حدیثوں میں سے) یہی استثنائیہ فقرہ مطلوب ہے۔ کہ جب دونوں کتابوں میں تخالف واقع نہ ہو تو ترجیح محال ہو جاتی ہے کہ ان کی صداقت کا علم نہیں جو تناقضات کے لئے مفید ہو۔ ایک کو دوسری حدیث پر ترجیح نہیں ہوتی۔ اس کے ماسوا اجتماع اس کی صحت کو تسلیم کرنے پر مائل ہوتا ہے۔

میں کہتا ہوں (علامہ سندھی) حافظ استثنا کر رہا ہے اس کا جسے حفاظ میں سے کسی نے پرکھا ہو۔ اس طرح کی سو حدیثوں سے زیادہ ہیں جیسے ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں بیان کیا ہے

عِیسٰی عِندَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَہٗ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ

کی مثال — اللہ کے نزدیک — جیسے مثال آدم کی — بنایا اس کو — مٹی سے — پھر کہا اس کو کہ

کُن فَیَکُونُ ﴿۵۹﴾ اَلحَقُّ مِن رَّبِّکَ فَلَا تَکُن مِّنَ المُمتَرِینَ ﴿۶۰﴾

ہو جا — وہ ہو گیا — حق وہ ہے جو تیرا — رب کہے — پھر تو مت ہو — شک لانے والوں میں سے

فَمَن حَآجَّکَ فِیہِ مِن بَعدِ مَا جَآءَکَ مِنَ العِلمِ فَقُل تَعَالَوا

پھر جو کوئی جھگڑا کرے تجھ سے — اس قصہ — میں بعد اس کے کہ آ چکی تیرے پاس خبر سچی — تو تو کہہ دے آؤ

نَدعُ اَبنَآءَنَا وَاَبنَآءَکُم وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَکُم وَاَنفُسَنَا

بلاویں ہم اپنے بیٹے — اور تمہارے بیٹے — اور اپنی عورتیں — اور تمہاری عورتیں — اور اپنی جان

وَاَنفُسَکُم ۟ ثُمَّ نَبتَہِل فَنَجعَل لَّعنَتَ اللّٰہِ عَلَی الکٰذِبِینَ ﴿۶۱﴾

اور تمہاری جان — پھر التجا کریں ہم سب — اور لعنت کریں اللہ کی ان پر کہ جو جھوٹے ہیں

اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ القَصَصُ الحَقُّ ۚ وَمَا مِن اِلٰہٍ اِلَّا اللّٰہُ ؕ وَاِنَّ

بیشک یہی ہے — بیان سچا — اور کسی کی بندگی نہیں ہے سوا اللہ کے — اور

اللّٰہَ لَھُوَ العَزِیزُ الحَکِیمُ ﴿۶۲﴾ فَاِن تَوَلَّوا فَاِنَّ اللّٰہَ

اللہ جو ہے — وہی ہے زبردست — حکمت والا — پھر اگر قبول نہ کریں — تو اللہ کو

عَلِیمٌ بِالمُفسِدِینَ ﴿۶۳﴾

معلوم ہیں فساد کرنے والے

یعنی متوفیک تجھے مارنے والا ہوں۔ یہ جو حیات عیسےٰ لوگوں میں مشہور ہے یہ یہودی کہانی۔ نیز صابی من گھڑت کہانی ہے۔ مسلمانوں میں فتنہ عثمان کے بعد بواسطہ انصار بنی ہاشم یہ بات پھیلی اور یہ صابی اور یہودی تھے علی بن ابی طالب کے مددگار تھے۔ ان میں حب علی نہیں تھا بغض اسلام تھا۔ یہ بات ان لوگوں میں پھیلی جن نے ھُوَ الَّذِیٓ اَرسَلَ رَسُولَہٗ بِالھُدٰی کا مطلب نہیں سمجھا۔ اس بات کا حل اجتماعیت عامہ کی معرفت پر مبنی ہے۔ جو لوگ اس قسم کی روایات پیش کرتے ہیں وہ علوم اجتماعیت سے بہت دور ہیں۔ جب وہ اس آیت کا مطلب نہیں سمجھتے تو وہ ان روایات کو قبول کر لیتے ہیں۔ اور متاثر ہو جاتے ہیں۔ اسلام میں علمی بحث کا پہلا مرجع قرآن ہے۔ قرآن میں ایسی کوئی آیت نہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ عیسےٰ نہیں مرا